

Published:
June 5, 2026

An Investigative Review of the Rhetorical Style of Tafsir Bayan ul Quran

تفسیر بیان القرآن کے بلاغی منہج کا تحقیقاتی جائزہ

Dr. Marvah Iqbal

Assistant Professor, Government Graduate College (W) Rakh Chabeel Manawan, Lahore

Email: marvah87@gmail.com

Muhammad Talha Tahir

Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore

Email: muhammadtalhatahir82@gmail.com

Dr. Muhammad Iqbal

Professor, Chairperson Department of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore

Email: hod.isl@leads.edu.pk

Abstract

Rhetoric refers to the use of language in speech or writing, especially in speech, with both external and internal qualities. This is such a miraculous aspect of the Qur'an, without the understanding of which it becomes impossible to reach the real meaning and purpose of the divine word. That is why the commentators of every age have adopted the style of rhetorical explanation of the Qur'anic verses while interpreting the Qur'an. "Bayan ul Quran" is one such rhetorical commentary of the 20th century in which Maulana Muhammad Ashraf Ali Thanvi has shed light on the rhetorical aspect of the verses in great detail. Therefore, in this article, the rhetorical method of Maulana Muhammad Ashraf Ali Thanvi's commentary "Bayan ul Quran" is presented.

Key Words: Rhetoric, Bayan Ul Quran, Ashraf Ali Thanvi

تمہید:

بلاغت تقریر یا تحریر خصوصاً خطاب میں زبان کو ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ قرآن کا ایک ایسا اعجازی پہلو ہے جس کے فہم کے بغیر کلام الہی کے اصل مراد اور منشاء تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر دور کے مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کے

Published:

June 5, 2026

اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ ”بیان القرآن“ بیسویں صدی کی ایک ایسی ہی بلاغی تفسیر ہے جس میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے آیات کے بلاغی پہلو پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لہذا اس آرٹیکل میں مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی تفسیر ”بیان القرآن“ کے بلاغی منہج کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بیان القرآن کے بلاغی منہج کا جائزہ

مولانا اشرف علی تھانوی کی ”بیان القرآن“ میں آیات قرآنیہ کی بلاغی تفسیر کو بیان کرنے کے منہج اور اسلوب کا جائزہ لیا جائے گا۔

تفسیر بیان القرآن

”بیان القرآن“ مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک انتہائی جامع، مستند، بااعتماد، پُر مغز کثیر الفوائد تفسیر ہے۔ جسے مولانا نے مختلف تراجم قرآن، مختصر حواشی اور تقاسیر کے بعد ایک مکمل ترجمہ و تفسیر کی صورت میں اڑھائی سال کے عرصے میں مکمل فرمایا۔ اسے مولانا نے ربیع الاول ۱۳۲۰ھ کو لکھنا شروع کیا تھا۔ (۱) لیکن درمیان میں چھوڑ دیا اور پھر ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں لکھنا شروع کیا اور ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں مکمل کیا اور ۱۳۲۶ھ میں یہ تفسیر شائع ہو گئی۔ (۲)

تفسیر کی زبان

”بیان القرآن“ کے ترجمہ و تفسیر کی زبان اردو ہے، لیکن عربی اور فارسی کا رنگ غالب ہے۔ لغت، بلاغت، فقہی اختلافات، قرأت وغیرہ عربی زبان میں بیان کیے ہیں تاکہ عام قاری جو ان علوم پر دسترس نہیں رکھتا وہ ان کی طرف راغب نہ ہو لیکن متوسط درجے کا طالب علم ان سے اساتذہ کے زیر سایہ استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔

تفسیر لکھنے کا سبب

اس تفسیر کا سبب تالیف مولانا مقدمہ تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

”بہت روز سے خود بھی اور احباب کے اصرار سے بھی گاہ خیال ہوا کرتا تھا کہ کوئی مختصر تفسیر قرآن مجید کی لکھی جاوے جو ضروریات کو حاوی اور زوائد سے خالی ہو مگر تقاسیر و تراجم کی کثرت کو دیکھ کر اس کو امر زائد سمجھتا تھا۔ اسی اثناء میں نئی حالت یہ پیش آئی کہ بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنا شروع کیے جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیے۔ جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی۔“ (۱) لہذا ۱۳۲۰ھ میں تفسیر لکھنا شروع کر دی۔

Published:
June 5, 2026

تفسیر کے ماخذ

ماخذ کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں۔

اس تفسیر کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پاس رہتی تھیں۔ بیضاوی، جلالین، تفسیر رحمانی، اتقان، معالم التنزیل، روح المعانی، مدارک، خازن، تفسیر فتح المنان (تفسیر حنفی)، تفسیر ابن کثیر، لباب، درمنثور، کشاف، قاموس، بعضے تراجم قرآن۔۔۔ اور ضرورت کے وقت کتب حدیث و فقہ و سیر کی مراجعت بھی کی جاتی تھی۔

تفسیر بیان القرآن میں علامہ کے پیش نظر امور

اول: قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا، جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے۔

دوم: ترجمہ میں خالص محاورات استعمال نہیں کیے بلکہ کتابی زبان لی ہے کہ فصاحت کے ساتھ اس میں سلاست بھی ہے۔

سوم: نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو توضیح و تحقیق کیلئے ضروری سمجھا اس کو ”ف“ بنا کر پڑھا دیا ہے۔

چہارم: جس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین ہیں، ان میں سے جس کو ترجیح معلوم ہوئی صرف اسی کو لے لیا اور بقیہ سے غرض نہیں کیا۔

پنجم: مطلب قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کی ہے کہ مضمون کا ارتباط خود ظاہر ہو جاوے اور کہیں ایک سُرخ رخی ربط کی لکھ کر اس کی تقریر کر دی گئی ہے۔

ششم: اختلافات کی تفسیر میں صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے اور بقیہ مذاہب بشرط ضرورت حاشیہ میں لکھ دیے۔

ہفتم: نفع عوام کے ساتھ افادہ خاص کا بھی خیال اگیا لہذا ان کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے جس میں مکئیہ و مدنیہ، سورہ آیات وغیرہ، مشہور لغات و ضروری وجوہ

بلاغت، مغلط ترکیب و حنفی الاستنباط فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلافات قرأت وغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ، ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ

عربی میں مذکور ہیں۔ ()

الغرض بیان القرآن ایک ایسی جامع تفسیر ہے کہ اس سے عام و خواص ہر دو طرح کے قاری مستفید ہو سکتے ہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: ”میں سمجھتا تھا یہ تفسیر عوام الناس کیلئے لکھی گئی ہے لیکن تفسیر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سے علماء بھی استفادہ کر سکتے ہیں

بیان القرآن کا بلاغی منہج

”بیان القرآن“ مولانا اشرف علی تھانوی کی انتہائی جامع، مستند اور کثیر الفوائد تفسیر ہے۔ جو اردو زبان میں قدیم و جدید تقاسیر سے استفادہ کر کے لکھی گئی ہے۔ اس

تفسیر میں مولانا ترجمہ قرآن اور تفسیر کے ساتھ ساتھ آیات قرآنیہ کے بلاغی پہلو کو بھی واضح کرتے ہیں جس پر ہندوستان کے مفسرین نے بہت کم توجہ دی ہے۔ مولانا

Published:

June 5, 2026

کی تفسیر اردو میں ہے لیکن انہوں نے آیات کی لغوی اور بلاغی بحث کو عربی میں رکھا ہے تاکہ زیادہ تر ان علوم نحویہ اور بلاغیہ کے طالب علم ہی اس کی طرف متوجہ ہوں۔

مولانا شرف علی تھانوی اپنی تفسیر ”بیان القرآن“ میں ترجمے کے دلائل حاشیہ میں عربی عبارت میں لغات، بلاغت اور ملحقات الترجمہ کے تحت بیان کرتے ہیں اور ان دلائل کے پیچھے سلف صالحین کی لغاتی، بلاغی اور تفسیری تحقیقات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

اس آرٹیکل میں، میں نے مولانا کی بلاغی تحقیقات کے حوالے سے، آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے جو اسلوب اختیار کیا ہے، اس کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے اور یہ جائزہ تین نکات کے تحت لیا جائے گا۔

۱۔ آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت بیان کرنے کا انداز

۲۔ بلاغی نکات واضح کرنے کیلئے مولانا کا طرز استدلال

۳۔ امور بلاغیہ کی وضاحت کیلئے مولانا کے درپیش مصادر

آیات قرآنیہ کے بلاغی نکات بیان کرنے کا انداز

۱۔ مولانا نے اپنی تفسیر میں آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے باقاعدہ بلاغیہ کے عنوان سے باب باندھا ہے۔

۲۔ مولانا آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت ہر سورت میں چند آیات کے بعد ترجمہ، تفسیر، مسائل السلوک، اللغات اور البلاغیہ کے الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کرتے ہیں اور صرف آخری دو سطوروں ۲۹ اور ۳۰ میں چونکہ مختصر سورتیں ہیں، اس لیے وہاں پوری سورۃ کے اختتام پر اس سورۃ میں وارد ہونے والے امور بلاغیہ کو بیان کرتے ہیں۔

۳۔ مولانا تفسیر میں بلاغی وضاحت کرتے ہوئے عبارت کی ابتداء ”قوله تعالیٰ“ کے کلمات سے کرتے ہیں اور اس کے بعد قرآنی کلمات لکھ کر اس کی بلاغی وضاحت کر دیتے ہیں۔

مثال: سورۃ البقرہ کی آیت ۵۸ تا ۵۹ میں بلاغت کے تحت لکھتے ہیں:

• قولہ: ﴿قَدْ جِئْتَكُمْ بِآيَةٍ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۲۹) تنوین تعظیم کیلئے ہے اور میں نے کائناتی کے قول سے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ قولہ: ﴿بِمَا تَاكُلُونَ﴾ ان دونوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان دونوں کا علم کھانے والے امور ذخیرہ کرنے والے کو یقینی ہے۔ جس میں ان کو شک نہیں۔ قولہ: ﴿مومنین﴾ اس میں مجاز ہے یعنی ایمان کا ارادہ کرنے والے۔ ()

- قولہ: ﴿يُمَسِّكُونَ﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۱۷۰) یہ مضارع ہے اور ”اقاموا“ یہ ماضی کا صیغہ ہے اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ تمسک وہ امر ہے جو سب زمانوں میں جاری رہے گا بخلاف اقامت کے کہ یہ مخصوص اوقات کے ساتھ مختص ہے اور اقامت کا ذکر کے ساتھ تخصیص اس لیے ہے کہ یہ دین کا ستون ہے۔
- قولہ: ﴿إِنَّا لَا نُضْبِعُ﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۱۷۰) یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی ”اگر ہم“ لایا گیا ہے۔
- قولہ: ﴿كَانَتْهُ﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۱۷۱) گویا کہ اس میں یقینی امر کی تعبیر ہے کیونکہ صادق کی خبر ظن کے ساتھ مختلف نہیں ہوتی کیونکہ ابھی تک مفعول واقع نہیں ہوا عدم شرط کی بناء پر، تو یہ اس معنوں کے مشابہ ہو گیا جو کبھی کبھی مختلف بھی ہو جاتا ہے۔ (۱)
- ۴۔ بعض مقامات پر مولانا آیات قرآنیہ میں وارد ہونے والے ایک سے زیادہ نکات کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً
- قولہ: ﴿لِنَمَّا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۱۱) انما یہ حکم کے ایک بات پر قصر کیلئے آتا ہے اور انما نحن مصلحوں کا معنی ہے کہ مصلحین کی صفت صرف انہیں کیلئے ہے اور بغیر کسی ایسے شائبہ کے محض انہیں کیلئے ہے جس میں کسی عیب کی گنجائش ہو اور فساد کی وجہ پائی جاتی ہو۔ اللہ نے جملہ مصلحین میں ان کے شامل ہونے کے دعویٰ کا نہایت بلیغ رد کیا اور ان پر بے حد غضب و سخط کا اظہار کیا اور اس میں استیناف کی جہت سے مبالغہ ہے اور دونوں کلمات میں ما اور ان یہ دونوں تاکیدیں ہیں اور خبر کی تعریف ہے یعنی خبر معرفہ ہے اور دونوں کے درمیان فصل ہے۔ کشف (۱) اس آیت میں مبالغہ تاکید خبر کا معرفہ ہونا اور فصل کا ہونا، بیان کیا ہے۔
- قولہ: ﴿وَأَلَيْكَ عَلَى هُدًى﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۵) اولنگ اسم اشارہ میں یہ بتلانا ہے کہ اس کے بعد جو وارد ہوا، سو جو اس سے قبل مذکور ہیں اس کے اکتساب کے اہل ہیں ان صفات و عادات کی وجہ سے جو میں نے ان کیلئے تیار کی ہیں اور ”علی ہدی“ استیلاء کا معنی یہ مثل ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر متمسک ہیں اور اس پر مستقر و قائم ہیں اور اس کے ساتھ ان کا تمسک ہے کہ ان کے حال کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو کسی چیز پر بلند اور غالب و مستعل ہوتا ہے۔ اور اس پر سوار ہوتا ہے۔ اس کی مثل یہ کلمات ہیں۔ ہو علی الحق، ہو علی الباطل۔ اپنے قول میں انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ غلویت کو ان کی سواری بنایا اور جہل پر سوار ہوئے۔ ہوائے نفس کی گردن پر بیٹھے اور ہدایا نہ لانا ایک مبہم قسم کا فائدہ دینے کیلئے ہے جس کی حقیقت تک پہنچا جاتا اور نہ اس پر قدرت ہے۔ گویا یہ کہا گیا کہ کون سی ہدایت جیسے تم کسی فلاں کو دیکھو تو کہتے ہو: اُبْرُئْتُ رَجُلًا۔ میں نے اکیلا آدمی دیکھا۔ اور اوہنگ کو مکرر لانے میں اس بات پر تشبیہ ہے کہ جیسے ہدایت کی وجہ سے ثابت ہے۔ سو قدر و منزلت ان کیلئے فلاح کا ذریعہ بھی ثابت ہے۔ سوان دونوں ”اثرہ“ میں سے ہر ایک کو ان کا امتیازی وصف قرار دیا گیا جو اوروں کو حاصل نہیں اور اگر تم کہو کہ حرف عطف کے ساتھ کیوں آیا اور اوہنگ کا لانعام بل ہم اضلا اور اوہنگ ہم الغافلون نہیں کیا فرق ہے؟ تو میں کہوں گا: یہاں دو مختلف خبریں ہیں اس لیے دونوں کے درمیان حرف عطف لایا گیا، بخلاف وہاں کی دو خبروں کے کہ وہ دونوں متفق اور یکساں ہیں کہ ان کو غافل قرار دینا اور ان کو بہائم کے ساتھ تشبیہ دینا ایک بات ہے۔ سو دوسرا جملہ پہلے جملہ کے مضمون کی تاکید و تقریر ہوا۔ سو وہاں عطف کی ضرورت نہیں۔ کشف۔ (۱)
- ۵۔ مولانا نے پوری تفسیر میں زیادہ تر صرف بلاغی نکتہ بیان کیا ہے اور اس کی وضاحت کی ہے، اس کی کون سی قسم ہے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مثلاً
- قولہ: ﴿أَوَرِثْتُمُوهُمَا﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۴۳) اس میں مجاز ہے یعنی ”وہ تم کو دیا گیا“ اس تعبیر میں نکتہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس طرح میراث بغیر اکتساب کے حاصل ہوتی ہے اسی طرح جنت کے حصول میں بھی اکتساب کا کوئی خاص دخل نہیں بلکہ اس کا دار و مدار محض فضل پر ہے۔ (۱)

- قولہ: ﴿مُقِيمٌ﴾ (سورۃ التوبہ ۹: ۲۱) یعنی نہ کوچ کرتا ہے اور نہ عازم سفر ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے والے کیلئے استعارہ ہے۔ (O)
- قولہ: ﴿لَا يَفْرُبُوا﴾ (سورۃ التوبہ ۹: ۲۸) اس میں اعجاز ہے کیونکہ مقصود مسلمانوں کو اس بات سے دور سے روکنا ہے کہ وہ ان کو پکاریں یہ بدخلو کے معنی میں ہے اور اس میں مشرکین کی نبی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، لیکن مشرکوں کو اس لفظ کے ساتھ پکارا گیا۔ اس عنوان سے یہ تعبیر مناسب ہے اگر مسلمان کہتے ہیں، “لا تَفْرُبُوا” کیونکہ ہم نے عہد کو تم لوگوں کی طرف چھینک مارا ہے۔ ناکہ یہ کوئی حکم شرعی ہے لہذا مشرکین فروع کے مکلف نہ ہوں گے۔ (O)
- ۶۔ اسی طرح بعض موقعوں پر امور بلاغیہ کی وضاحت کرتے ہوئے اس بلاغی نکتہ کی نوع کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿يَنْقُضُونَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۷) اس آیت میں استعارہ تخیلیہ اور تمہینیہ ہے۔ الا لتقان (O)
- قولہ: ﴿لِيَكُونَ﴾ (سورۃ القصص ۲۸: ۸) اس میں استعارہ تمہیہ ہے۔ اس بات کی ضرورت کیلئے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اس لیے اٹھالینے کیلئے نہیں چھوڑا تھا کہ آپ ان کیلئے دشمن اور باعث غم بنیں۔ بلکہ انہوں نے اس کو اپنالے پالک بیٹا بنانے اور اس کی جوانی کے ایام سے فائدہ اٹھانے کیلئے اٹھایا۔ (O)
- قولہ: ﴿ظِلٌّ﴾ (سورۃ المرسلات ۷۷: ۳۰) دغان کو ظل کہا۔ یہ استعارہ تمہیہ ہے۔ (O)
- قولہ: ﴿صِبْغَةَ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۳۸) یہاں استعارہ تحقیقیہ تصریحیہ ہے اور قرینہ اضافت ہے۔ (O)
- ۷۔ مولانا نے تفسیر میں آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے یہ انداز بھی اختیار کیا ہے کہ اگر کسی آیت میں دو بلاغی نکات کا بہام پیدا ہوتا ہے تو ان دونوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿وَمَا يُبْدِي﴾ (سورۃ السبا ۳۹: ۳۹) روح المعانی میں ہے کہ یعنی چلا گیا اور مضحمل ہو گیا۔ اس طور پر کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ یہ ماخوذ ہے ہلاک الہ سے کہ جب وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو اس کی ابداء باقی نہیں رہتی یعنی فعل امر ابتداء اور نہ اعادۃ یعنی اس کا دوسرا فعل۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے یعنی مردہ ہے۔ سو یہ کلام مجاز ہے یا کنایہ۔ (O)
- قولہ: ﴿لِيَهْ يَصْعَدُ الْكَلِمُ﴾ (سورۃ فاطر ۳۵: ۱۰) اس میں اس کے قبول کی طرف مجاز مرسل ہے کیونکہ یہاں لزوم کا تعلق ہے یا یہ استعارہ ہے کہ اس میں قبول کو صعود سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (O)
- ۸۔ مولانا شرف علی تھانوی آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے کبھی کبھی بلاغت کے علوم ثلاثہ (علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع) کا تذکرہ بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ صورت زیادہ تر علم البدیع کا ذکر کرنے کے حوالے سے ملتی۔ مثلاً
- قولہ: ﴿مَنْثُورًا﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵: ۲۳) یہ ان کے اعمال کی صفت کا بیان ہے تاکہ ان کے اعمال کے ضائع ہو جانے کو بتلانے میں مبالغہ کیا جائے، کیونکہ ہتہاء یعنی مٹی کے اڑتے ذرات کو جب تم روشنی میں دیکھتے ہو تو وہ تمہیں ایک دوسرے سے جڑے نظر آتے ہیں لیکن جیسے ہی معمولی سی ہوا بھی انہیں حرکت دیتی ہے تو اڑ کر بری طرح بکھر جاتے ہیں۔ پھر ان کے اعمال کو ہتہاء یعنی گرد کے ذرات سے تشبیہ دینے پر ہی اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ انہیں ایسا بکھرا ہوا کر دیا کہ دوبارہ کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں۔ علم بدیع میں ایسے تابع یعنی صفت لانے کو “تتمیم” اور “ایغال” کہتے ہیں۔ (O)

Published:

June 5, 2026

- قولہ: ﴿فَكَيْفَ آتَىٰ﴾ (سورۃ الاعراف: ۹۳) روح المعانی میں ہے کہ یہ بدلیج کی ایک نوع ہے جس کا نام رجوع ہے اور یہ کلام سابق کی طرف نقض کے ساتھ لوٹنا ہے۔۔۔ (O)
- ۹۔ مولانا آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات صرف اپنی رائے پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً
- قولہ: ﴿تَذَعُّوا الْيَوْمَ﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵: ۱۴) ایوم کی تفسیر اس دن کی ہونے کی میں مزید شدت پیدا کرنے کیلئے ہے تاکہ اس کی خوفناکی اور زیادہ واضح ہو۔ اور اس بات پر تنبیہ ہو کہ قیمت کا دن عام عادی دنوں جیسا نہیں۔ (O) یہ مولانا کی اپنی رائے ہے۔
- قولہ: ﴿لَا يُضْلِحُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۵۲) اس کو تاکید کیلئے زیادہ کیا، کیونکہ بعض مفسدین میں اصلاح بھی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ یہ ایسے نہیں۔ (O)
- قولہ: ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ﴾ (سورۃ النمل ۲: ۳) یہ صفت ماحدہ ہے۔
- قولہ: ﴿بَدَّلَ﴾ (سورۃ النمل ۲: ۱۱) ظاہر جس کو متقاضی تھا، اس سے عدول کیا گیا کہ یہ کہا جاتا: ثم تاب۔ کیونکہ یہ مانوس کرنے کے مقام کے زیادہ موافق ہے۔
- قولہ: ﴿مُنْبَصِرَةً﴾ (سورۃ النمل ۲: ۱۳) یعنی واضح اور روشن اور اس کیلئے البصار کو بنا جانا جو اس کے مقابل کیلئے حقیقت ہو، یہ اس کے اور ان کے درمیان ملاہست کی بناء پر ہے۔ کیونکہ یہ ان میں اپنے تامل کے سبب سے دیکھتے ہیں۔ (O)
- ۱۰۔ مولانا شرف علی تھانوی نے یہ طرز بھی اختیار کیا ہے کہ وہ کلمات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے ترجمے میں جس نکتے کو ترجیح دیتے ہیں، اس کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ مثلاً
- قولہ: ﴿تُذْهِبُونَ﴾ (سورۃ الانفال ۸: ۶۰) یہ نہیں کہا: تقائلون، کیونکہ ارہاب یعنی ڈرانے کی غایت دو میں سے ایک امر ہے۔ قتل یا جزیہ جیسا کہ آیت کے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (O)
- قولہ: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۱۰) اس میں مکرر کولا یا گیا کیونکہ متقاضی متعدد ہے جیسا کہ میں نے ترجمہ میں اس کو واضح کیا ہے۔ (O)
- قولہ: ﴿حُدُودُ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸۷) الحد کا معنی ہے منع۔ سو جو اللہ کی اطاعت میں رہتا ہے اور اس کی شرائع پر عمل کرتا ہے تو وہ چیز حق میں متصرف ہوتا ہے۔ سو اس کو روکا گیا کہ وہ اس کو پار نہ کرے اور اس حد تک نہ جائے جو چیز حق اور باطل کے درمیان حائل ہے تاکہ وہ باطل کی قریب نہ ہو جائے اور وہ درمیان میں رہے اور کنارے سے دور رہے، چہ جائیکہ وہ باطل تک قدم اٹھائے۔ سو مراد احکام ہیں اور حدود اللہ سے اللہ کے محارم بھی مراد لے سکتے ہیں۔ الکشاف۔ میں کہتا ہوں: میں نے ان سب باتوں کی طرف ترجمہ میں اشارہ کر دیا ہے۔ (O)
- قولہ: ﴿آتَيْنَا فِي الدُّنْيَا﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۰۱) بیضاوی کہتے ہیں: یعنی ہمیں جو دینا ہے اور عنایت کرنا ہے اس کو دنیا میں کر دے۔ عبدالحکیم کہتے ہیں: یعنی دوسرا مفعول متروک ہے جو لازم کے بمنزلہ ہے۔ عموم عقلی کی طرف جانے کیلئے۔ میں کہتا ہوں: میں نے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (O)
- ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۵۵) روح المعانی میں ہے: جمع کی ضمیر مانی السموات کی طرف لوٹتی ہے۔ الخ۔ البتہ ذوالعقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دیا گیا ہے۔ میں نے بھی تغلیب کے معنی کے ساتھ ترجمہ میں غلبہ کے معنی میں لیا ہے۔ (O)

Published:

June 5, 2026

۱۱۔ مولانا شرف علی تھانویؒ نے آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات ایک اور بعض اوقات ایک سے زیادہ مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اکثر مقامات پر اپنی رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، اس کی مثالیں مفسرین کے استدلال میں پیش کی جائیں گی۔

آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کیلئے مولانا کا طرز استدلال

مولانا شرف علی تھانویؒ نے ”بیان القرآن“ میں بلاغت کے عنوان کے تحت آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے بعض اوقات آیات قرآنیہ، اشعار، عربی محاورے اور روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

آیات قرآنیہ سے استدلال

- قولہ: ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ﴾ (سورۃ الروم ۳۰: ۵۴) یعنی تمہاری ابتداء میں تمہیں کمزور بنایا اور ضعف کو تمہارے امر کی اساس بنایا۔ جیسے ارشاد ہے: خلق الانسان ضعيفا۔ ضعف میں استعارہ مکنیہ ہے، وہ یوں کہ اس کو اساس اور مادہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس پر داخل کرنے کیلئے جس میں تخفیل ہے۔ (۰)
- قولہ: ﴿ان ضللت﴾ (سورۃ السبا ۳۰: ۵۰) اس میں مخاطبین کے ساتھ لطف میں تعریض ہے تاکہ وہ مشتعل نہ ہو جائیں جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ واما للاعبد اور واکم تعبدون۔ (۰)
- قولہ: ﴿فَاعْشَيْنَاهُمْ﴾ (سورۃ یس ۳۶: ۹) اس کا معنی مضاف کے حذف کی تقدیر پر ہے یعنی۔ اعشینا البصار جیسا کہ ارشاد: وعلی البصار هم غشاوة۔ (۰)
- قولہ: ﴿تَأْتِي السَّمَاءُ﴾ (سورۃ الدخان ۴۴: ۱۰) اللہ کی طرف اسناد نہیں کی حالانکہ فاعل حقیقی وہی ہے تاکہ کلام سابقہ کے مطابق ہو جائے جو اسناد کو متضمن ہے، جو اللہ کی رحمت ہے، جیسے یہ قول ہے: انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم (۰)
- قولہ: ﴿أَمْوَالِكُمْ وَلَا أَوْلَادِكُمْ﴾ (سورۃ المنافقون ۶۳: ۹) دنیا کو مال و اولاد سے تعبیر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس دنیا میں سب سے مرغوب ہوتی ہیں جیسے یہ قول ہے: المال والبنون۔۔۔ الخ
- قولہ: ﴿فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (سورۃ النجر ۸۹: ۱۳) مدارک میں ہے کہ یہ کفار پر ابلغ ترین صورت میں عذاب کے واقع کرنے سے مجاز ہے۔ تب پھر صَبَّ دوام کو بتلانا ہے اور سوط اذیت و الم کی زیادتی کو بتلاتا ہے۔ یعنی انہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو بے حد دردناک اور دائمی ہوگا۔ روح المعانی میں ہے کہ یہ آیت اس قول کی قبیل میں سے ہے: فاذا تمهم اللہ لباس الجوع (۰)

اشعار سے استدلال

مولانا شرف علی تھانویؒ نے آیات کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے چند مقامات پر اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ مثلاً

- قولہ: ﴿فَكَيْفَ آتَى﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۹۳) روح المعانی میں ہے کہ یہ بدیع کی ایک نوع ہے جس کا نام رجوع ہے اور یہ کلام سابق کی طرف نقض کے ساتھ لوٹنا ہے۔ عربوں کے کلام میں ایسا کثرت کے ساتھ ہے۔ اسی قسم سے زہیر کا یہ قول ہے:

قف بالديار التي لم تعفها القدم

بلی وغیرہا الارواح والديم

Published:

June 5, 2026

ذرا ان مکانوں کے پاس تو رک کہ زمانے کے بہت گزر جانے نے بھی اس کے نشان نہیں مٹائے، ہاں کیوں نہیں، تیز ہواؤں اور موسلا دھار بارشوں نے ان میں تغیر ضرور واقع کر دیا ہے۔ (۱)

• قول: ﴿ذُو الْأَوْتَادِ﴾ (سورۃ ص ۳۸: ۱۲) تفسیر کبیر میں ہے: اس کی اصل خیمہ نما گھر کو لکڑی کی میٹھوں سے کھڑا کرنا ہے۔ پھر اس کو بادشاہ کی حکومت کی مضبوطی کیلئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ شاعر کہتا ہے

ولقد غنوا فيهابانعم عيشة
في ظل ملك ثابت الاوتاد

”وہ وہاں عیش کی زندگی گزارنے لگے، اور مضبوط ملک کے بادشاہ کے زیر سایہ“ (۲)

• قول: ﴿أَمْ أَنَا﴾ (سورۃ الزخرف ۲۳: ۵۲) یہ آئم، بل کے معنی میں ہے۔ جو استفہام سے انہار کی طرف انتقال ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے

بدت مثل قرن الشمس في رونق الضحى
وصور تها ام انت في العين املح

”دن کی رونق میں اور اپنی صورت میں سورج کے کنارے کی طرح نکلی، نہیں بلکہ تو تو تمکین آسکھ ہے۔“ (۳)

روایات سے استدلال

مولانا اشرف علی تھانوی نے چند ایک مقامات پر مفسرین کی بیان کردہ روایات کو بھی آیات قرآنیہ کے بلاغی استدلال کیلئے نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آیت میں تکرار نہیں اور رجال اور نساء سے مراد بالغ مرد اور عورت نہیں بلکہ مذکر اور مؤنث مجازاً مطلق مراد ہیں۔ اور شاید مذکر و مؤنث پر ان دونوں

لفظوں کو ترجیح دینے میں کثرت کی تاکید اور اس میں مبالغہ کیلئے ہے، افراد بمشورہ میں سے ہر فرد کی تشریح کے ذریعے تاکہ غیر کو ظاہر کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ مذکر

و مؤنث کے بالغوں کو ذکر کیا گیا، کیونکہ وہی تقویٰ کی معرض تکلیف میں ہیں۔ روح المعانی۔ ان کو ان کے اموال دینے سے مراد انہیں سالم و صحیح چھوڑ دینا ہے کہ کسی

برائی کے ساتھ ان سے تعرض نہ کرو۔ اس مفہوم پر بتائی کو نابالغ مراد لینا صحیح ہو جیسا کہ یہی متبادر بھی ہے اور یہ روایت وارد نہ ہوگی جو ابن حاتم سے ہے جس کو سعید

بن جبیر نے روایت کیا ہے کہ ”عظفان کے ایک آدمی کے پاس اپنے پیٹیم پیٹنے کا بہت سا مال تھا۔ سو تو اس نے بالغ ہو کر اپنے مال کا مطالبہ کیا تو۔۔ آگے طویل قصہ

ہے۔ سو یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اولیٰ نامی۔ جو اس بات دلالت کرتی ہے کہ دینے سے بالفعل مال کا دینا مراد ہے۔ ثعلبی نے روایت کیا ہے کہ ایک عالم نے جب یہ قصہ سنا

تو اس نے اعوذ باللہ پڑھی۔ ”علماء کا کہنا ہے کہ عبرت لفظ کے عموم کی ہے تاکہ سبب کے خصوص کی اور شاید اس چچا کو ابتداء کا حقیقی مفہوم سمجھ نہ آیا تھا بطریق عبارت“

Published:

June 5, 2026

کے حالات بدل جائیں اور احوال اس کی مرضی کے مطابق ڈھلنے لگیں اور کہتے ہیں، ”رکعت ریاحہ“ یعنی اس کی دولت و اقتدار ختم ہو گیا اور اس کے حالات اٹلے پھر گئے۔ ()

- قول: ﴿فَمَحْوُ نَا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۱۲) یہ عربوں کے اس قول کی قبیل میں سے ہے: ضبیق فمالرکیۃ۔ ()
- قول: ﴿أَخْضَنْتَ فَوْجَهَا﴾ (سورۃ التحریم ۶۶: ۱۲) یہ پاکدامنی سے کنایہ ہے اور یہ عربوں کا یہ قول ہے: انقی الجیب (پاک گریبان والا) طاهر الذیل (پاک دامن والا) طاهر الفرج (پاک شرمگاہ والا)۔ ()

اقوال مفسرین سے استدلال

مولانا شرف علی تھانویؒ ”بیان القرآن“ میں آیات قرآنیہ کی بلاغی تفسیر کرتے ہوئے رائے کے علاوہ بکثرت مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مفسرین کے اقوال نقل کرنے میں مختلف انداز اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً

- ۱۔ قول کے بعد کلمات قرآنیہ تحریر کرتے ہیں اور اس کے بعد جس تفسیر میں سے نقل کرتے ہیں، اس کا نام لکھ دیتے ہیں۔ جیسے فی الروح، فی الکشف وغیرہ۔ مثلاً
- قول: ﴿أَقْلَمَ يَكُونُوا﴾ (سورۃ الفرقان ۲۵: ۴۰) روح المعانی میں ہے: اقلم یہ وہا نہیں کہا حالانکہ وہ زیادہ مختصر بھی ہے اور زیادہ ظاہر بھی۔ مقصود تکرار کے افادہ کا مقصد تھا اور آیت کے آغاز میں ایسی تصریح نہیں کی۔ جیسے یہ کہتے: کانوا یا تو نجائے ولقد اتواکے۔ مروی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے۔ چاہے ایک مرتبہ ہی سہی کہ عبرت کیلئے یہی کافی ہے۔ ()

- قول: ﴿وَأَوْلَمَ نُؤْمِنُ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۳۶۰) الانصاف میں ہے کہ رہا جناب خلیل علیہ السلام کا یہ کہہ کر سوال کمکیف تھی الموتی۔ تو یہ شک کی بناء پر نہیں۔ البتہ یہ احیاء کی کیفیت کے بارے میں سوال ہے۔ ایمان میں یہ شرط نہیں کہ پوری صورت کے ساتھ احاطہ کیا جائے اس پر ”کیف“ کا لفظ دلالت کرتا ہے اور کیف کا موضوع حال کے بارے میں سوال ہے۔ اس کی نظیر قائل کا یہ قول ہے: کیف یحکم زید فی الناس کہ اس میں قائل کو اس بات میں شک نہیں کہ زید لوگوں میں حکم کرتا ہے لیکن سوال اس حکم اور فیصلے کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ ()

- کشف میں ہے: اگر تو کہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام میں سے خاص حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو ذکر کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لیے کہ انہیں آیات عظیمہ اور معجزات باہرہ عطا کیے گئے تھے۔ ()

- قول: ﴿مَا أَنْتُمْ مُلْفُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۴۳) الاتقان میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مبہم کو اختیار کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جادو گر جو کچھ بھی ڈالیں گے وہ حقیر ہی ہوگا کہ وہ کوئی حقیر سی شے ہوگی جو اس لائق نہیں کہ اسے کسی نام سے پکارا جائے۔ ()

۲۔ مولانا بعض اوقات کتاب کی بجائے صرف مفسر کا نام لکھ کر قول نقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً

- قول: ﴿جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي﴾ (سورۃ السبا ۳۴: ۱۷) خفاجی کہتے ہیں۔ قرآن میں مجازات کے ساتھ مذکور ہے بخلاف لفظ جزاء کے کہ وہ عام ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے دوسرے میں قید مذکور نہیں اور اول میں بکافروا کی قید مذکور ہے۔ ()

Published:

June 5, 2026

- بیضاوی کہتے ہیں: اہل کتاب اور اہل تورات میں سے جو ان کے مقصد سنتا ہے اس کیلئے تعجیب و تقریر ہے اور کبھی اس کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جو سنتا نہ ہو۔ سو یہ تعجیب کی مثال بن گئی۔ (O)
- قولہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ﴾ (سورۃ ابراہیم ۱۴: ۴۲) ز محشری کہتے ہیں: دوسرے مفعول کو مقدم لایا گیا جو وعدہ ہے، پہلے مفعول پر تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ علی الاطلاق اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں، پھر رسلہ کہا، اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ جب وعدہ خلافی خدا کی شان نہیں تو بھلا وہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کیوں کرے گا جو اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ کذا فی النیسا بوری (O)
- عصام لمن تبعمیں کہتے ہیں: ایمان کو بمعنی اقرار بنا لیا گیا ہے تاکہ لمن تبع کی لاکمی توجیہ بیان کی جاسکے کیونکہ ایمان بذات خود متعدی ہے اور یہاں لام تعدیہ لانے کا مقام نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دل سے تصدیق نہ کرو مگر اس کی جو تمہارے دین کا تابعدا رہنے۔ (O)
- قولہ: ﴿كُتِبَ لَهُمْ بِهِ﴾ (سورۃ التوبہ ۹: ۱۲۰) نفی کہتے ہیں: واحد کی ضمیر اس لیے لائے ہیں کہ جب لہما کو متکرر لایا گیا، تو ان میں سے ہر ایک بدل کے طور پر ذکر میں مفرد ہو گیا جو وعدہ سے مقصود ہے۔ (کذا فی الروح)
- مولانا نے زیادہ تر جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ کلمات قرآنیہ لکھ کر اس کی بلاغتی وضاحت میں تفسیر سے قول نقل کرنا اور آخر میں صرف تفسیر کا نام لکھنا یا صرف ”کذا فی التفسیر“ لکھنا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ﴾ (سورۃ ابراہیم ۱۴: ۳۰) امر کے صیغہ کے ساتھ تہدید میں یہ بتلانا ہے کھمد دعلیہ مطلوب کے جیسا ہے کیونکہ یہ مہذبہ تک پہنچانا ہے اور یہ دونوں امر لا محالہ واقع ہوتے ہیں اس لیے اسکی تعلیل فان مصیر کم کے ساتھ بیان کی، اور مخاطب کے اس میں انہماک کی وجہ سے کسی امر مطاع سے مامور یہ کی طرح ہے۔ (بیضاوی) (O)
- قولہ: ﴿كُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ (سورۃ الحجر ۱۵: ۹۸) نماز کی طرف مزید توجہ دلانے کیلئے نماز کا ذکر امر کے ساتھ لایا گیا۔ جیسا کہ اس وجہ مخصوص پر سابق امر کے مغاڑ کو تم دیکھتے ہو اس میں جو ترغیب ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ روح المعانی (O)
- قولہ: ﴿فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۵۲) یہ ان کا باعث کیلئے مطیع و تقیاد ہونا ہے۔ جیسا کہ تمہارا کسی کو ایسے کام کا امر دینا جو اس پر گراں ہو، یہ کہہ کر: ”تم یہ کام کرو، جبکہ تم حامد و شاکر ہو گا۔ اور یہ معرض تہدید میں ذکر کیا جاتا ہے۔ کذا فی النیسا بوری (O)
- قولہ: ﴿حِينَ تَقُومُ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۲۱۸) نماز کی رویت کے ساتھ تخصیص، یہ آپ ﷺ کے جی میں نماز کے جاگزین کرنے میں مبالغہ کیلئے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ رویت کے متاھل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور عابد اس کا متاھل ہوتا ہے و جو با نہیں بلکہ فضل و کرم کے اعتبار سے۔ فافهم (من المواہب)
- قولہ: ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۸) ان کے دعویٰ کا انکار ہے اصل تو وہ آمنوا ہے تاکہ فصل کی تصریح میں ناکہ فاعل کی، ان کے قول کے مطابق ہو جائے لیکن اس کے برعکس کہا ان کی تکذیب میں مبالغہ کیلئے کیونکہ انہیں مومنوں سے نکلنا زمانہ ماضی میں ان ایمان کی نفی سے زیادہ ابلغ ہے۔ اس لیے نفی کو باء کے ساتھ مؤکد ذکر کیا گیا۔ (مظہری)

Published:

June 5, 2026

- قولہ: ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۹) اگر تو کہے اس قول سے کیا مراد ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ لوگ دھوکا بازوں کے مشابہ یہ معاملات نہیں کرتے تھے مگر خود اپنے ساتھ۔ کیونکہ اس کا ضرر انہیں ہی جاملا اور اس کا کمر انہیں ہی گھیر لے گا۔ جیسا کہ کہتے ہیں: فلاں نے فلاں کو ضرر پہنچایا۔۔۔ ضرر خود اپنے کو ہی پہنچایا۔ کشف (۱)
- مولانا اشرف علی تھانوی بعض اوقات آیات قرآنیہ میں وارد بلاغی امور کو بیان کرنے کیلئے ایک سے زیادہ مفسرین کی آراء ذکر کی ہیں۔ مثلاً
- قولہ: ﴿حَاضِعِينَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۴) روح المعانی میں ہے کہ یہ اعناق کے بارے میں خبر ہے (یعنی گردنوں کے بارے میں)۔ اس کو مذکور اور ذوی العقول کی صفت مضاف الیہ سے ملی ہے۔ اسی لیے اس کی خبر ذوی العقول کی جمع کے ساتھ دی۔ ز منخری کہتے ہیں: اصل کلام فظلو اللہا خاضعین ہے۔ اعناق کو موضوع خضوع کے بیان کی جگہ لایا گیا کیونکہ تامل سے پہلے یہ پھرتی ہے کیونکہ گردن میں جھلنے کی جانب خضوع کا ظہور ہوتا ہے کہ گردن جھکی ہے تاکہ گردن والا اور اضمام کے بعد جمع کو ترک کر دیا گیا اور پہلی حالت پر ہی رہنے دیا گیا۔ (۱)
- قولہ: ﴿عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۷) یہاں قلوب اور ابصار کو جمع لایا گیا، جبکہ سماع اور کیونکہ جب سماع اور اک میں اکٹھی ہیں تو گویا کہ یہ ایک شی ہیں۔ بخلاف باقی کے دو کہ ان میں اور اک ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔ (استاذی) اور جب سماع اور قلب کا اور ک متعدد جہات سے تھا تو دونوں کے مانع جنس واحد سے جو ختم (مہر) ہے بتایا گیا، بخلاف بصر کے کہ یہ مقابلہ کے ساتھ مختص ہے۔ سواس کے مانع کو غشاوہ ظہر لایا گیا جو مقابلہ کی جہت کے ساتھ مختص ہے۔ مظہری (۱)
- قولہ: ﴿... فَوَقَّاعٍ﴾ (سورۃ الجاثیہ ۴۵: ۱۴) الکشاف میں ہے: اگر تو کہے کہ قَوْعًا میں تنکیہ کی وجہ کیا ہے؟ کہ مراد تو ایمان والے تھے جو متعارف تھے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ ان کی مدح و ثناء ہے۔ گویا کہ کہا گیا ہے کہ: ایما قوم اور قَوْعًا ان کے صبر کی وجہ سے خاص لوگ مراد ہیں۔
- روح المعانی میں ہے کہ اس کی تنکیہ تعظیم کیلئے ہے اور لفظ قوم فی نفسہ اپنے اشتقاق میں مدح ہے (یعنی وہ لوگ جو امر کو قائم کرتے ہیں) اور یا بن القوم وغیرہ میں اس کا استعمال اور تو میں تنکیہ کمال تعریف اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ مخفی نہیں۔ چاہے تم انہیں پہچانو یا نہ پہچانو، اور یہ علم بھی ہے کہ مجزی صرف عامل کے ساتھ ہوگا۔ (۱)
- بیضاوی کہتے ہیں: اس کو شہوات کا نام دیا بطور مبالغہ کے کہ یہ لوگ اس کی محبت میں اتنے منہمک ہو گئے کہ اس کی شہوت سے محبت کرنے لگے۔ جیسے یہ کہنا: "احببت حب الخیر"۔ روح المعانی میں ہے: جیسا کہ کہتے ہیں مریض کو کہ تو کیا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ چاہوں یا اس کی حسرت پر تنبیہ ہے۔ کیونکہ عقلاء و حکماء کے نزدیک شہوتیں خسیس ہوتی ہیں۔ (۱)
- قولہ: ﴿فَيَكُونُ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۵۹) بیضاوی کہتے ہیں: یہ ماضی کی حال میں حکایت ہے۔ روح المعانی میں ہے: مضارع کے ساتھ تعبیر حالانکہ یہ مقام ماضی کی تعبیر کا ہے تاکہ اس امر کی کامل تصویر اس مشاہد صورت کے ساتھ کی جائے جو گویا کہ ابھی وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہ بتلانے کیلئے کہ یہ حیرت انگیز امور عجیب شان کے مالک امور میں سے ہے اور اس کی تعبیر کو جائز قرار دیا گیا اس لیے کہ ما قبل کو دیکھتے ہوئے یہ مستقبل ہے۔ (۱)

• قولہ: ﴿بِحَبْلِ اللَّهِ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۳) بیضاوی کہتے ہیں: حبل کو استعارہ کے طور پر لیا گیا، کیونکہ ایمان کو تھا منابلاک ہونے وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے جیسا کہ رسی کو تھا منابلاکت سے بچنے کا سبب ہے اور اس کو وثوق اور اعتبار کیلئے بطور استعارہ لیا گیا اور یہ حجاز کے اہل بنانا ہے۔ روح المعانی میں ہے: مومنوں کی حالت کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی بلند مقام سے ایک مضبوط رسی کو تھامے لٹکا ہو۔)

۵۔ مولانا شرف علی تھانوی اکثر مقامات پر آیات کی بلاغی بحث کرتے ہوئے مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں اور، ”میں کہتا ہوں ”سے آغاز کرتے ہیں۔ مثلاً

• قولہ: ﴿انصاری الی اللہ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۵۲) ایک قول یہ ہے کہ یہاں الی بمعنی لام کے لیے ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہے۔ اس کے ترجمے میں، میں نے بھی اس کو اختیار کیا ہے، یہ قلت تکلیف کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ ابلغ یہ تھا جیسا کہ روح المعانی میں ہے کہ اس کو اس معنی پر حمل کیا جاتا کہ کون میری مدد کرتا ہے کہ اس کی مدد اللہ تک منتہی ہو (من ینصرنی منتہیا نصرہ الی اللہ تعالیٰ) جیسا کہ حرف انتہائی اس معنی کو مقتضی ہے بغیر تضمین کے گویا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ طلب کیا کہ وہ آپ کی اللہ کیلئے مدد کریں کسی دوسری غرض کیلئے نہیں دوسرے یہ کہ اللہ کی مدد اس کے رسول کی مدد میں ضم ہے اور ان کا جواب بھی اس کے بے حد مطابق تھا۔ میں کہتا ہوں: دونوں توجیہات پر اللہ، رسول اور دین ان سب کی نصرت معنی میں ایک ہی ہے۔ سوہر تقدیم پر جواب سوال کے مطابق ہو گیا۔)

• قولہ: ﴿ال﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۳۸) اس کی شان کی تنخیم کی وجہ سے مقم ہے۔ (بیضاوی) اس کو حقیقتہً یا مجازاً اس پر محمول کیا جائے گا۔ حمل زید متاعی الی مکۃ۔ روح المعانی۔ میں کہتا ہوں: منقولہ قصہ کی مساعدت کی بناء صیغہ مجاز کو اختیار کیا ہے۔)

• قولہ: ﴿فلا غالب لکم﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۰) روح المعانی میں ہے۔ ظاہر نظم سے مفہوم یہ ہے اگرچہ ان کی مغلوبیت کی نفی کی اور مساوات کی بھی نفی سے تعرض کیا لیکن اس سے قطعی طور پر جو مفہوم ہوتا ہے وہ مساوات کی نفی اور مخاطبین کیلئے غالبیت کا اثبات ہے۔ سو جب تو یہ کہے گا کھلا اکرم من فلان تو اس کا قطعی مفہوم یہ ہو گا کہ وہ ہر کریم سے بڑھ کر کریم ہے اور یہ امر سب لغات میں عام ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صاحب روح المعانی کا قول: فہمّا قطعاً وہ اس لیے ہے کہ جس کی اللہ مدد کرے بھلا کوئی اس کے مساوی کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کی مدد اللہ نہ کرے۔)

• روح المعانی میں ہے کہ بنی آدم کے نفس واحد سے پیدا کیے جانے سے مفہوم نہیں ہوتا کہ اس کے جوڑے کو اس سے بنایا گیا ہے یا سب مرد و عورت کو ان دو اصل سے بنایا گیا ہے اور معظوف اس کے بیان کا مستغل ہے۔ اکثر نے ذکر کیا ہے کہ عطف میں معظوفات کے درمیان تغایر کا پایا جانا لازم ہے۔ چاہے من وجہ ہو اور وہ یہاں بلا رب منتحق ہے۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آیت میں تکرار نہیں اور رجال اور نساء سے مراد بالغ مرد اور عورت نہیں بلکہ مذکر اور مؤنث مجازاً مطلق مراد ہیں۔ اور شاید مذکر و مؤنث پر ان دونوں لفظوں کو ترجیح دینے میں کثرت کی تاکید اور اس میں مبالغہ کیلئے ہے، افراد مبثوثہ میں سے ہر فرد کی ترشح کے ذریعے تا کہ غیر کو ظاہر کرے۔“ ایک قول یہ ہے کہ مذکر و مؤنث کے بالغوں کو ذکر کیا گیا، کیونکہ وہی تقویٰ کی معرض تکلیف میں ہیں۔ ”روح المعانی“)

• قولہ: ﴿أَقْمَنَ يَغْلَمُ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۱۹) بیضاوی کہتے ہیں: مذکورہ حمزہ اس بات کے انکار کیلئے ہے کہ مثال پیش کرنے کے بعد تشابہ میں شبہ واقع ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس حمزہ اور فاء کا معنی ظاہر ہو گیا۔)

استفادہ کیا ہے، وہ الکشاف ہے۔ مولانا نے زیادہ تر ابتدائی سورتوں میں آیات کی بلاغتی تحقیق کیلئے زمخشری کی تفسیر کو بنیاد بنایا ہے۔ کشاف سے نقل کرتے ہوئے علامہ زمخشری کا جو سوالیہ انداز ہے، اسی طرح اپنی رائے اور نکتہ کو بیان کرنے کیلئے مولانا شرف علی تھانوی نے اسی طرز پر نقل کیے ہیں۔ مثلاً

• قول: ﴿ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸) اگر تو کہے کہ یہ کیوں نہیں کہا گیا: ذہب اللہ بضوئہم صحیحاً کہ ارشاد ہے: فلما اضاءت: تو اس کا جواب یہ ہے کہ نور کا ذکر ابلغ ہے کیونکہ ضوء میں زیادتی پر دلالت ہے سوا کہ ذہب اللہ بضوئہم کہا جاتا تو وہم ہوتا کہ شاید جس کو لیا گیا ہے وہ زیادتی ہے اور وہ اب بھی باقی ہے جس کا نام نور ہے اور غرض یہ ہے کہ ان سے نور کو جڑ سے ختم کر دیا گیا ہے اور سرے سے مٹا دیا گیا ہو۔ کشاف)

• قول: ﴿صُمُّ بَكْمٌ عُمِّيٌّ فَهَمُّ لَا يَزُجُّعُونَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸) اگر تو کہے کہ کیا آیت میں مذکور کو استعارہ کا نام دے سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے البتہ محققین اس پر ہیں کہ اس کو شبیہ بلیغ کا نام دیا جائے تاکہ استعارہ کا کیونکہ مستعار لہ مذکور ہے اور وہ منافقین ہیں اور استعارہ وہاں ہوتا ہے جہاں مستعار کا ذکر لپیٹ لیا جاتا ہے اور کلام کو اس سے خالی کر دیا جاتا ہے اور وہ اس بات کے لائق ہو کہ اس سے منقول عنہ اور منقول الیہ مراد ہوا گرد لالت حال اور فوائے علامہ نہ وہ۔ کشاف)

• قول: ﴿أَرْوَاحٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۵) اگر تو کہے طاہرہ کیوں نہ کہا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مطہرہ میں ان ازواج کی صفت کی جو عظمت ہے وہ طاہرہ میں نہیں اور یہ بتلانا ہے کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے اور ایسا کرنے والا صرف اللہ جل جلالہ ہی ہے۔ کشاف)

۳۔ تفسیر بیضاوی

اس تفسیر کا اصل نام ”انوار التنزیل و اسرار التاویل“ ہے۔ یہ ابو سعید عبداللہ بن عمر بن اشیر ازی بیضاوی (ت: ۸۵ھ) کی ہے۔ اس میں بیضاوی نے کشاف کے معانی و بیان کو لخص بیان کیا ہے۔ اس تفسیر پر بہت سے حواشی بھی ہیں۔ مولانا شرف علی تھانوی نے اس تفسیر اور اس کے حواشی پر بھی اعتماد کیا ہے۔ مثلاً

• قول: ﴿فَبَاذَنَ اللَّهُ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۶) اذن کا نام ارادہ رکھا گیا کیونکہ ارادہ اذن کے لوازم میں سے ہے۔ (بیضاوی)

• قول: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸۷) بیضاوی کہتے ہیں: جب میاں بیوی ایک دوسرے کے گلے لگتے ہیں اور دونوں میں ایک دوسرے کیلئے لباس کے مشابہ ہے یا اس لیے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کے حال کا سا تر ہے اور فسق و فجور سے بچاتا ہے۔

• قول: ﴿فَقِيضًا عَفْهً﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۳۵) یہاں مبالغہ کیلئے مبالغہ کی صورت میں یہ صیغہ لائے ہیں۔ (بیضاوی)

• قول: ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۶۹) بیضاوی کہتے ہیں: مَنْ يَنْكَأُ: یہ پہلا مفعول ہے، اس کو اہتمام کیلئے دوسرے مفعول سے مؤخر کیا گیا اور وَهَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ: یہ مثنیٰ پر مفعول ہے کیونکہ یہ مقصود ہے۔

• قول: ﴿وَإَتَّقُوا اللَّهَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۲) بیضاوی کہتے ہیں: لفظ ”اللہ“ کو مکرر لایا گیا تینوں جملوں میں اس کے استقلال کی وجہ سے کہ پہلا جملہ تقویٰ پر ابھارتا ہے، دوسرا انعام کا وعدہ ہے اور تیسرا جملہ اللہ کی شان کی تعظیم بتلاتا ہے۔ دوسرے لفظ ”اللہ“ اس کی ضمیر سے زیادہ تعظیم کو بیان کرتا ہے۔

۵۔ الاقتان

”الاقتان فی علوم القرآن“ جلال الدین سیوطی (ت: ۹۱۱ھ) کی تصنیف ہے۔ مولانا نے تفسیر کی ابتدائی سورتوں میں زیادہ ان سے استفادہ کیا ہے اور اس میں سے قول نقل کر کے آخر میں ”الاقتان“ لکھ کر حوالہ دے دیا ہے۔ مثلاً

• قول: ﴿مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۴۳) الاقتان میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مبہم کو اختیار کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ

جادو گر جو کچھ بھی ڈالیں گے وہ حقیر ہی ہوگا کہ وہ کوئی حقیر سی شے ہوگی جو اس لائق نہیں کہ اسے کسی نام سے پکارا جائے۔)

• قول: ﴿صُمِّمٌ بُكِّمٌ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۸) اس میں ایجاز حذف یعنی حذف مبتداء ہے یعنی ہم محذوف ہے یا المضافون محذوف ہے۔ زبان کو ان کے ذکر سے

بچانے اور ان کی حقیر کیلئے۔ (الاقتان))

• قول: ﴿يَنْقُضُونَ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۷) نقض یہ فتح اور ترکیب کے توڑنے کو کہتے ہیں۔ اگر تو کہے کہ ابطال عہد میں نقض کے لفظ کا استعمال بھلا کیسے درست

ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتبار سے کہ استعارہ کے طور پر عہد کا نام جبل رکھا ہے کیونکہ اس میں متعاقدین کے درمیان مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ کشاف۔ اس

آیت میں استعارہ تخیلیہ اور تمکینیہ ہے۔ (الاقتان))

• قولہ تعالیٰ: ﴿الصَّٰرِطَ الْمُسْتَخِيمِ﴾ (سورۃ الفاتحہ ۱: ۵) اس میں استعارہ تحقیقیہ ہے۔ (الاقتان))

مولانا شرف علی تھانوی نے تفسیر بیضاوی کے جن حواشی سے استفادہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی

حاشیہ القنوی عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی۔ یہ امام بیضاوی کی تفسیر پر حاشیہ ہے۔ اس میں سے مولانا شرف علی تھانوی نے بلاغی مباحث کو اخذ کیا ہے۔ مثلاً

• عصام ﴿لَمَنْ تَبِعَ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۷۳) میں کہتے ہیں: ایمان کو بمعنی اقرار بنایا گیا ہے تاکہ لیسن تبیعی لام کی توجیہ بیان کی جاسکے کیونکہ ایمان بذات خود

متعدی ہے اور یہاں لام تعدیہ لانے کا مقام نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دل سے تصدیق نہ کرو مگر اس کی جو تمہارے دین کا تابعدا رہنے۔)

• ﴿قُلْ أَوْ ذَبَّكُمْ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۵) سے مراد اس بات کی تقریر ہے کہ اللہ کا ثواب دنیاوی لذات سے بہتر ہے۔ عصام کہتے ہیں: اللہ کے پاس نیک ثواب

ہے اس کی خبر دینے کے بعد کیا۔ پھر انہیں اس بات کا شوق دلایا کہ جو ان کے پاس ہے، اللہ کے ہاں کا نیک انجام اور ثواب اس سے بہتر ہے اور یہ کہہ کر شوق

دلایا۔ اَوْ ذَبَّكُمْ پھر من ذلکم: پھر اس کے خیر ہونے کی تاکید یہ کہہ کر بیان کی کہ اس کا انجام اور ثواب بہتر ہے۔ پھر اسے ان لوگوں کیلئے نعمت خاصہ میں سے قرار دیا

جو تقرب الی اللہ میں علم ہیں۔ پھر اس کی تفصیل بیان کی اور ہر ایک کی وہ صفت بیان کی جو اس کے دنیا اور مافیہا سے بہتر ہونے کا فائدہ دے۔)

• قول: ﴿سَنَلِقُ﴾ (سورۃ آل عمران ۳: ۱۵۱) مذکورہ سبق استقبال کیلئے ہے۔ اگر آیت رب سے قبل نازل ہوئی ہے اور اگر رب کے بعد نازل ہوئے ہے تو یہ

مجر دتاکید کیلئے ہے جو تالیف سے خالی ہے اور نلتی یہ حکایت حال ماضیہ ہوگی۔ (عصام))

Published:
June 5, 2026

۲۔ حاشیہ خفاجی

یہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصری (ت: ۱۰۶۹ھ) کا حاشیہ ہے، جو تفسیر بیضاوی پر لکھا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بعض مقامات پر ان کے اقوال کو بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً

• قول: ﴿جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِيهِ﴾ (سورۃ سبأ ۳۴: ۱۷) خفاجی کہتے ہیں۔ قرآن میں مجازات صرف عقاب کے ساتھ مذکور ہے، بخلاف لفظ جزاء کے کہ وہ عام ہے۔ میں کہتا ہوں: اس لیے دوسرے میں قید مذکور نہیں اور اول میں بما کفروا کی قید مذکور ہے۔)

۳۔ الانتصاف

یہ احمد بن محمد المعروف ابن المبتدئ اسکندری (ت: ۶۸۳ھ) کی کتاب ہے جو کشف کے حاشیے میں موجود ہے یا مطبوع ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہت سے مواقع پر حاشیے میں سے بلاغی وضاحت کیلئے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

• قول: ﴿إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ﴾ (سورۃ ص ۳۸: ۱۴) الانتصاف میں ہے کہ ان کی تکذیب کے تکرار میں یہ فائدہ ہے کہ جب مکذبین کی تعداد کے آحاد گنوانے میں کلام طویل ہو گیا، پھر ان کی تکذیب کی بناء پر انہیں آگھیرنے والا عذاب کے ذکر کا ارادہ کیا گیا تو اس کو مکرر لایا گیا، زیادت مذکور کو شمار کرنے کیلئے، تاکہ یہ رب تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مل جائے۔ فَنَحْنُ عِقَابٍ تاکہ متضاد طریق سے طویل کلام میں تنازگی پیدا ہو جائے۔ جیسے کہ ارشاد ہے: وکذب موسیٰ وہاں بھی فعل مکرر لایا گیا تاکہ وہ اس قول کے ساتھ مل جائے: فالملت للکافرین۔)

• قول: ﴿تَسْعِيًّا﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۶۰) آپ نے طیرانا نہیں کہا، کیونکہ جب وہ پرندے دوڑتے ہوئے آئیں گے تو ان کو زیادہ اثبت طریقے سے دیکھ سکیں گے بہ نسبت اس کے جب وہ اڑتے ہوئے آئیں گے۔ واللہ اعلم۔ (الانتصاف))

۶۔ تفسیر مظہری

یہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی حنفی (ت: ۱۲۲۵ھ) کی تفسیر ہے جو تفسیر مظہری کے نام سے مرسوم ہے۔ مولانا نے پوری تفسیر میں چند ایک مقامات پر ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

• قول: ﴿مِمَّا نَزَّلْنَا﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۳) یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے جو پیش آمدہ حوادث و واقعات کے مطابق ہو اور یہ ان کے شک کا سبب بن گیا کیونکہ انہوں نے قرآن کے نزول کو شعراء کے کلام پر قیاس کیا اور کافروں کا یہ کہنا: لولا نزل علیہ القرآن جملہ واحدہ۔ سو اس طور پر انہیں چیلنج کرنا واجب تھا تاکہ شبہ کا زوال تمام حجت ہو سکے۔ (مظہری))

• قول: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۶) اس حرف میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے، اسی لیے اس کا جواب فاکے ساتھ ہے اور کلام میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زائد تاکید حاصل ہوتی ہے جیسا کہ کہنا کہ زید ذہب۔ لیکن جب تم تاکید کے ساتھ یہ کہنا چاہو کہ وہ ضرور ہی جائے گا اور یہ بالکل جانے کے درپے ہے اور

Published:

June 5, 2026

یہ کہ اس کا جانے کا ارادہ بے حد پختہ ہے تو تم کہو گے کہ فالمازید فذاہب۔ سو دونوں جملوں کو مصدر بنا کر لانے میں امر مومنین کی عظمت کو بتلانا ہے اور یہ کہ انہیں اس کے حق ہونے کا علم ہے اور کافروں کو جو غافل کہا تو یہ انہیں کلمہ حتماء کی تہمت دینا اور ان کے عناد کی طرف اشارہ ہے۔ (مظہری))

۷۔ المستدرک

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (ت: ۴۰۵ھ) کی مشہور کتاب "المستدرک علی صحیحین" ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

• قولہ: ﴿إِنَّهُ الْحَقُّ﴾ (سورۃ القصص ۲۸: ۵۳) نیشاپوری میں ہے کہ یہ حق پر ایمان لے آنے کی تعلیل ہے، کیونکہ اس کا اللہ کی طرف سے حق ہونا اس پر ایمان لانے کو واجب کرتا ہے۔)

• قولہ: ﴿ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (سورۃ القصص ۲۸: ۶۱) اس میں تمتع سے احضار کے حال کی تراخی کا بیان ہے تاکہ ایک وقت سے دوسرے وقت کی تراخی مراد ہے جیسا کہ نیشاپوری میں ہے۔)

• قولہ: ﴿لَمَنِ اتَّبَعَكَ﴾ (سورۃ الشعراء ۲۶: ۲۱۵) نیشاپوری میں ہے کہ یہاں لمن اتبعکا اضافہ کیا (یعنی لیلو مینن نہ کہا) تاکہ کسی کا وہم اس طرف نہ چلا جائے کہ عاجزی اختیار کرنا، کندھے جھکانا، یہ توضیح اور زری ہے کہ یہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص ہے جو آپ کے خاندان اور کنبہ سے ہے۔ اور لَمَنِ اتَّبَعَكَ کقول پر اقتضار نہ کیا کیونکہ ان میں سے بہت سارے نسب اور قرابت کی وجہ سے آپ کی اتباع کرتے تھے۔)

۸۔ مواہب الرحمن جامع البیان

یہ تفسیر "مواہب الرحمن جامع البیان" سید امیر علی بلخ آبادی کی تفسیر ہے، اسے جامع البیان بھی کہا جاتا ہے۔ مولانا نے اس تفسیر سے بھی بعض مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ مثلاً

• قولہ: ﴿لَا يَتَّبِعُ﴾ (سورۃ الحجر ۱۵: ۷۵) کسی جگہ آیت اور کسی جگہ آیت۔ کیونکہ پہلی جگہ میں مشارا لیسپورا قصہ ہے اور اس میں متعدد عبرتیں مذکور ہیں اور دوسری میں مشارا لیسلاک شدہ ہستیوں ہیں، جن کا مشاہدہ ایک بات پر ہی دلالت کرتا ہے اور وہ بلاکت ہے اور رہی یہ بات کہ یہ بلاکت کسی بناء پر ہوئی تھی تو اس کیلئے پورا قصہ سننے کی حاجت ہے۔ (من المواہب))

• قولہ: ﴿إِنْ نَعَفُ﴾ (سورۃ التوبہ ۹: ۶۶) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شرط جزا کا سبب بھی نہیں ہوتی اور نہ اس کو ملزم ہوتی، تب پھر یہاں شرطیت کے معنی کیونکر ہیں؟ اس کے متعدد جوابات دیے گئے۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جزا مقدر ہے اور معنی یہ ہے: إِنْ نَعَفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ۔ تو یہ کل کے عضو کو مستزہم نہ ہو گا کیونکہ ہمارا ارادہ ایک طائفہ کی تعذیب میں جزم اور مبالغہ ہے جو مقام توبیح کا اقتضاء ہے۔ (من المواہب))

۹۔ مدارک

"مدارک التنزیل وحقائق التاویل" سے تفسیر النسفی بھی کہتے ہیں۔ ابوالبرکات عبداللہ ابوالاحمد بن محمود النسفی کی تفسیر ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ان کا حوالہ دیتے ہوئے "فی مدارک" لکھا ہے۔ مثلاً

Published:

June 5, 2026

- قولہ: ﴿لِيَذُوبَ﴾ (سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۳) مدارک میں ہے: ذنوب کیلئے جس کو اور طہر کو تقویٰ کیلئے بطور استعارہ کے لیا ہے، کیونکہ برائیوں میں پڑنے والا ان سے اس طرح متلوٹ ہو جاتا ہے جیسے بدن نجاستوں سے متلوٹ ہو جاتے ہیں اور جو نیکیوں میں پڑتا ہے وہ دھلے کپڑے جیسا صاف ہو جاتا ہے۔)
- قولہ: ﴿لَهُ مَقَالِيدُ﴾ (سورۃ الزمر ۳۹: ۶۳) مدارک میں ہے کہ یہ کنایہ کے باب میں سے ہے کیونکہ خزائن کا محافظ اور اس کے امر کا مدبر وہی ہے جو اس کی مقالید کا مالک ہو، اسی سے یہ قول ہے: فلان بملک مقالید الملک (فلاں ملک کی چابیوں کا مالک یعنی ملک کے امر کا مدبر ہے)۔ مقالید چابوں کو کہتے ہیں اس کی واحد اقلید ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انہی لفظوں سے اس کا واحد نہیں آتا۔ اصل میں فارسی کلمہ ہے۔)

۱۰۔ تفسیر الخازن

- یہ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم صوفی بغدادی المعروف بالخازن (ت: ۷۴۱ھ) کی تفسیر ہے۔ ایک دو مقامات پر مولانا نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿وَالنَّخْلُ﴾ (سورۃ الرحمن ۵۵: ۱۱) تفسیر خازن میں ہے: سب درختوں میں سے کھجور کے درخت کے ذکر پر اکتفاء کیا، کیونکہ کھجور کا درخت سب سے زیادہ اور سب سے بڑی برکت والا ہے۔)
- اس کے علاوہ تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے مگر چند ایک مقامات پر۔

۱۱۔ تفسیر کبیر

- یہ امام الفخر الرازی (ت: ۶۰۴ھ) کی تفسیر ہے۔ ایک مقام پر اس سے بھی قول نقل کیا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿يَمِّنُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ (سورۃ لحم سجدہ ۴۱: ۲۵) غایت درجے سے کنایہ ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے کہ ان کی طرف بھیجے جانے والے رسول ان کی طرف آئے ہر طرف سے اور ان پر خوب محنت کی اور انہوں نے ہر حیلہ اختیار کیا۔)

۱۲۔ جلالین

- یہ دو جلیل القدر مفسرین ”جلال الدین محمد بن احمد الحلی“ (ت: ۸۶۴ھ) اور ”جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی“ (ت: ۹۱۱ھ) کی تفسیر ہے۔ اس سے بھی مولانا چند مقامات پر استفادہ کیا ہے۔ مثلاً
- قولہ: ﴿وَجَعَلْنَا﴾ (سورۃ اٰلِیٰس ۳۶: ۹) یہ ایک اور تمثیل ہے، جیسا کہ جلالین میں ہے۔ شاید پہلی تمثیل اس کیلئے ہے جو بہت دور ہے اور دوسری تمثیل اس کیلئے جو کم دور ہے اور کوئی کلمہ نہیں لایا گیا اور مجموعی تمثیل کے قصد کیلئے ناکہ بعض کی بعض کے ساتھ تشبیہ کیلئے صریحاً جیسا کہ بقرہ میں ہے اگرچہ مراد وہی ہے۔)

۱۳۔ استاذی (مولانا رشید احمد گنگوہی)

- مولانا شرف علی تھانوی نے چند مقامات پر اپنے استاد مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی بلاغی امور کے حوالے سے استفادہ کیا ہے اور سورۃ الفاتحہ میں ان کا نام درج کیا ہے اور باقی مقامات پر ”استاذی“ لکھ کر حوالہ دیا ہے۔ مثلاً

Published:

June 5, 2026

• تولد: ﴿عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۷۰) یہاں قلوب اور ابصار کو تو جمع لایا گیا، جبکہ سمع اور کیونکہ جب اسماع ادراک میں اکٹھی ہیں تو گویا کہ یہ ایک شے ہیں۔ بخلاف باقی کے دو کے کہ ان میں ادراک ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔ (استاذی)

نتیجہ بحث

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی فقید المثل تفسیر ”بیان القرآن“ میں اصل مراد الہی تک پہنچانے کیلئے آیات قرآنیہ کی جو بلاغی وضاحت کی ہے وہ مختصر، جامع اور آسان فہم ہے اور اس میں انہوں نے متقدمین اور متاخرین کی آراء کو بھی قاری کے سامنے پیش کیا کہ قاری کلام الہی کی اصل مراد تک بھی پہنچ جائے اور قرآن کے اعجازی پہلو سے بھی آگاہ ہو جائے۔

حوالہ جات

- تھانوی، اشرف علی، محمد، مقدمہ تفسیر بیان القرآن، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، ۲۰۱۵ء، ج ۱، ص ۳۰
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۵
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۰
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۲
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۱
- ارشاد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، ص ۳۳۲
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۶۷
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۹۵
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۶۳
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۵۹
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۳۸
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۸۳
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۷۵
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۲۲
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۷۸
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۱۶۷
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۱۲
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۲۲
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۷
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۹
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۱

Published:

June 5, 2026

- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۶۹ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۶ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۵۳ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۶۵ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۱۲ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۲۸ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۸۵ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۰۸ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۱۲ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۳۷ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۵۴۰ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۷۸۳ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۹۲۶ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۹ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۸۹ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۵۲۶ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۹۹ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۷۱ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۶۱ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۹ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۲۵ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۱۳۸ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۵۵۰ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۰۵ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۳ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۹۲ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۸۲ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۵۶ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۹۸ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۷۳ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۴۶۰ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۸۲ .
- اشرف علی تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۲۳۸ .

Published:

June 5, 2026

- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٢، ص ٢٥١ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٢، ص ٢٨١ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٢، ص ٥٦٦ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ٨٠ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٥٨-٥٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ٢٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٥٨-٥٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ٥٥٣ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٣٢٣ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٣٤٦ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٠٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٣٤٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٤٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٥٣ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٩٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٢، ص ٢٢١ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٢٥ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٢٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٩٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ١٥٥ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ١٦٣ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٦٣-٦٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٦٣-٦٣ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٤١ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٥٦ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢١٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٤٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٩٩ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٣١٥ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ٣، ص ٥٦ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٦٣-٦٢ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٤٥ .
- اشرف على تهاوى، تفسير بيان القرآن، ج ١، ص ٢٩ .

Published:

June 5, 2026

- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۸۲ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۳۳۳ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۴۳۱ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۹۸ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۸۹ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۲۹۲ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۶۸ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۷۱ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۳۰ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۳۵ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۸۰ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۳۷۶ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۲، ص ۲۱۲ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۲۵۶ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۴۳۴ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۶۹۵ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۴۷۴ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۳، ص ۳۳۷ .
- اشرف على تھانوی، تفسیر بیان القرآن، ج ۱، ص ۵۹ .